

سیرت
سیدة
خدیجة الکبری

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز



سیرت

سیدہ
حدیث الکبریٰ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری



منہاج القرآن پبلی کیشنز

365 / ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، پاکستان

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب	:	سیرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
تصنیف	:	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری
پروف ریڈنگ	:	ضیاء نیر، نعیم انور نعمانی
کتابت	:	محمد اخلاق چشتی
نگران طباعت	:	محمد جاوید کھٹانہ
اشاعت اول تا سوم:		(7,100)
اشاعت چہارم	:	مئی 2002ء (1100)
قیمت	:	25/- روپے
مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز

نوٹ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات ویڈیو کے ریکارڈ شدہ آڈیو/ ویڈیو کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی ان کی طرف سے تحریک منہاج القرآن کے لئے وقف ہے۔
(ڈائریکٹر منہاج القرآن پبلیکیشنز)

www.minhajbooks.com

ISBN 969-32-0134-5



مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلَىٰ حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

صَلَّىٰ اللَّهُ عَلَىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

گورنمنٹ آف پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔ اے۔ ۱)۔ ۴-۱-۸۰ پی آئی
وی، مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء، گورنمنٹ آف بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸-۴-۲۰ جنرل
و ایم ۴/۹۷۰-۷۳، مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء شمال مغربی سرحدی صوبہ حکومت کی چٹھی
نمبر ۲۴۳۱۱-۶۷-۱۶۷-۱/۱ اے ڈی (لابیری)، مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء اور آزاد
حکومت ریاست جموں و کشمیر مظفر آباد کی چٹھی نمبر س ت/انتظامیہ ۶۳-۶۱-۸۰/۹۲،
مورخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب ان
صوبوں کے تمام کالجز اور سکولوں کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

فہرست

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۷	پیش لفظ	
۱۱	ازدواجی زندگی کیلئے حضور ﷺ کا انتخاب	۱
۱۳	تاریخ اور دن کا تعیین	۲
۱۶	غلاموں کی آزادی اور مال کا ایثار	۳
۱۶	ایک لمحہ فکریہ	۴
۲۰	حضور ﷺ کی ازدواجی زندگی کا ایک تابندہ و روشن پہلو	۵
۲۲	بیوہ سے شادی----- ایک قابل تقلید مثال	۶
۲۴	ام المومنین حضرت خدیجہؓ کا ایثار	۷
۲۵	پہلی نزول وحی اور آغاز نبوت کا دور	۸
۳۰	شعب ابی طالب میں محاصرہ و مقاطعہ	۹
۳۲	قابل رشک ازدواجی زندگی کے پچیس سال	۱۰
۳۴	حقیقی زندگی----- ظاہر و باطن کی مکمل ہم آہنگی	۱۱
۳۶	حیات طیبہ کا کوئی گوشہ چشم عالم سے مخفی نہیں	۱۲
۳۷	فطری زندگی سے ہم آہنگ توازن و اعتدال	۱۳
۳۹	قرآنی فلسفہ ازدواج	۱۴
۴۱	تذکار خدیجہ الکبریٰؓ روایات کے آئینہ میں	۱۵
۴۲	حضرت خدیجہ سے قلبی تعلق کا عالم	۱۶
۴۸	سیدہ زینتؓ کا ہار----- ایک رقت انگیز واقعہ	۱۷

پیش لفظ

وادیٰ مکہ کی کفر و شرک سے آلودہ فضاؤں میں جب صدائے حق بلند ہوئی تو اس پر خواتین میں سے سب سے پہلے لبیک کہنے اور پیغامِ حق کو دل و جان سے قبول کرنے کی سعادتِ عظمیٰ سیدہ عالم حضرت خدیجہؓ کے حصے میں ہی آئی۔ انہوں نے ساری زندگی حضور ﷺ کی معیت و قرب میں رہ کر دین اسلام کی خدمت کرتے ہوئے گزار دی۔ سیدہ خدیجہؓ نے اپنی فہم و فراست، حکمت و تدبیر، خدمت و اطاعت، ہمدردی و خیر خواہی، سلیقہ شعاری و معاملہ فہمی، پاکیزہ اخلاق و سیرت، رحم دلی و غریب پروری جیسی صفات عالیہ کے ایسے روشن مینار قائم کئے جن کی نورانی شعاعوں سے عالمِ نسانیت قیامت تک روشنی و راہنمائی حاصل کرتا رہے گا۔

فروغ و اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں سیدہ خدیجہؓ نے نہ صرف اپنا سارا مال و متاع دہلیزِ مصطفیٰ ﷺ پر قربان کیا بلکہ خود کو بھی اس امرِ عظیم کے لئے وقف کر دیا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی رضا و خوشنودی کا حصول اور آپ کی ہر خواہش و حکم کی تعمیل ہی آپ کا مقصدِ حیات تھا اور شب و روز یہی وظیفہٴ حیات بھی تھا، حتیٰ کہ سارے تعلقات اور رشتے بھی اس دَر پر نثار کر دیئے تھے۔ یہی تعلق اور رشتہ سب تعلقات اور رشتوں پر فائق ہو گیا تھا، اسی میں دنیا بھی تھی اور آخرت بھی، اللہ کی رضا بھی تھی اور رسول اکرم ﷺ کی خوشنودی بھی۔

سیدہ خدیجہؓ ”جود و سخا کا پیکرِ اتم تھیں، دکھی انسانیت کیلئے سارا تھیں، ناداروں اور بیکسوں کے لئے مرکزِ امید تھیں، بے نواؤں کی فریاد رسی کرتیں، یتیموں اور یتیموں کی مدد و اعانت کرتیں، غرضیکہ جو بھی سائل آیا دامن مراد بھر کر لے گیا، یہی وہ کردار تھا جس کے باعث لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔ یوں

بڑی تیزی سے اسلام کی روشنی چار سؤ عالم سایہ فگن ہونے لگی۔

حضرت سیدہ خدیجہؓ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ازدواجی زندگی اتنی سلیقہ شعاری و دانشمندی اور محبت و مؤذت کے ساتھ گزاری کہ حضور نبی اکرم ﷺ سیدہ عالم کے وصال کے بعد بھی اکثر و بیشتر بیتے ہوئے دنوں کو یاد کرتے اور سیدہ خدیجہ کے اوصاف و کمالات بیان کرتے تو بقیہ ازواج مطہرات جذبات رشک سے مملو ہو جاتیں۔ درحقیقت حضور ﷺ کی محبت اور پیار جتنا سیدہ خدیجہ کو ملاتا کسی بھی زوجہ کو نہ مل سکا۔ ایک روز حسب عادت جب حضور نبی اکرم ﷺ حضرت خدیجہؓ اکبریؓ کی تعریف و توصیف فرما رہے تھے تو حضرت عائشہؓ سے رہا نہ گیا اور عرض کرنے لگیں "یا رسول اللہ! (ﷺ) وہ تو ایک بوڑھی بیوہ تھیں خدا نے ان سے بہتر زوجہ آپ کو دی ہے۔" یہ سن کر چہرہ نبوت پر سخت ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے حتیٰ کہ چہرہ اقدس سرخ ہو گیا۔ آپ فرمانے لگے۔

"ان سے اچھی بیوی مجھے نہیں ملی وہ مجھ پر ایمان لائیں اس وقت جب سب کافر تھے انہوں نے میرا ساتھ دیا اس وقت جب سب میرا ساتھ چھوڑ گئے۔ انہوں نے میری تصدیق کی اس وقت جب سب جھٹلا رہے تھے انہوں نے اپنا مال و دولت اسلام پر قربان کیا خدا نے ان کے بطن سے مجھے اولاد دی۔" (ابن عساکر: ۳۰۳)

اس ارشادِ گرامی سے ان دونوں مقدس ہستیوں کی ازدواجی زندگی کا ایک ایسا سواہ سامنے آتا ہے جس کے اپنانے اور نبھانے سے کامیاب ازدواجی زندگی کی کامل ضمانت میسر آتی ہے۔ خوشی و غمی کے حالات میں سیدہ حضرت خدیجہؓ حضور اکرم ﷺ کے شانہ بشانہ رہیں۔ مصائب و آلام کی کھٹن ساعتوں میں نہ صرف خود ثابت قدم رہیں بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی دلجوئی بھی کرتی رہیں۔ سو اس اعتبار سے آپ عزم و ہمت، جرات و شجاعت اور ہمت و استقامت کا کوہِ گراں تھیں، فراخی و تنگی ہر حال میں صابر و شاکر رہیں۔

زیر نظر کتاب مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کے سیرت

النبی کے خطابات میں سے ایک خطاب حضور نبی اکرم ﷺ اور حضرت خدیجہ الکبریٰ کی ازدواجی زندگی کی مرتبہ صورت ہے یہ کتاب مسلم معاشرے میں کامیاب ازدواجی زندگی کا عملی طریقہ بھی بتاتی ہے اور فکری سلیقہ بھی۔ سو اس اعتبار سے حضرت خدیجہ کی سیرت و عادات رہتی دنیا تک خواتین کیلئے مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہیں جس سے روشنی و راہنمائی اخذ کرنے والیوں کیلئے سلامتی و عافیت بھی ہے اور اطمینان و سکون بھی۔

قارئین سے التماس ہے کہ دوا رین مطالعہ اگر کسی جگہ لفظی و معنوی خامی ملاحظہ فرمائیں یا بہتر تجویز ہو تو تعمیری اصلاح کرتے ہوئے ضرور نوازیں۔ باری تعالیٰ ہمیں ان مقدس نفوس کی سیرت سے اپنی سیرت و کردار کو مزین کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

نعیم انور نعمانی

خادم

ڈاکٹر فرید الدین اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

سرور دو جہاں علیٰ التحیۃ والنار کی سیرت مطہرہ کا سر ہر گوشہ اور سر ہر پہلو خواہ اس کا تعلق قبل از بعثت زندگی مبارکہ سے ہو یا اعلان نبوت کے بعد کی جیاتِ طیبہ سے، ابد الابد تک تمام عالم انسانیت کے لئے ایک روشن و تابندہ مثال اور ہمہ وجوہ مکمل و اکمل نمونہ عمل ہے۔ یہی سبب ہے کہ قرآن حکیم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارکہ کے کفار و مشرکین کو اس جانب متوجہ کرتے ہوئے ان الفاظ میں کھلا چیلنج دیا گیا :

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ
 قَبْلِهِ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝
 پھر میں تو ایک عمر (چالیس سال کی
 طویل مدت تک) اس سے قبل تم
 میں رہ چکا ہوں کیا تم (بالکل) نہیں
 سمجھتے ؟

یہاں ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مقدسہ کے اس انتہائی پاکیزہ گوشے سے اپنے قارئین کو روشناس کر رہے ہیں جس کا تعلق آپ اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مبارک ازدواجی زندگی سے ہے۔

ازدواجی زندگی کیلئے حضور ﷺ کا انتخاب

حضرت خدیجہ بہت ہی دانا اور سمجھ دار عورت تھیں انہوں نے بڑے بڑے

ماداروں کے رشتے ٹھکرا دیئے اور حضور ﷺ کے ساتھ نکاح کے لئے فوراً تیار ہو گئیں کیونکہ انہیں پتہ چل گیا تھا یہ مستقبل کے ایسے عظیم انسان ہیں جن کے پاس تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔

انہوں نے سب کام چھوڑ دیئے اور ایسی ہیلیاں تیار کیں جو حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پہنچ کر شادی کی بات کریں اور آپ ﷺ کو نکاح کی ترغیب دیں۔

نفسہ کستی ہیں۔

جب حضور ﷺ شام سے واپس تشریف لائے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مجھے فوراً آپ کی خدمت میں بھیجا کہ اس سلسلے میں بات کروں۔

فارسلتنی دسبسا الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
بعد ان رجع فی غیرہا من الشام
(الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۳۱)

دوسری روایت میں ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن سے کہا: فوراً سیدنا محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ اور ان کے سامنے میرا ذکر کرو۔

ان خدیجۃ قالت لا ختها انطلقی الی
محمد فاذا کوینی لہ
(الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۳۲)

ان روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ جلد سے جلد رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے لئے بے قرار ہو گئیں تھیں تاکہ یہ دولت نایاب کسی اور کے حصے میں نہ چلی جائے اور کسی کو ان اعجازی شانوں کا پتہ نہ چل جائے جو ان کے علم میں آگئی ہیں اس لئے انہوں نے اپنی گوششیں تیز تر کر دیں۔ اسی سلسلہ میں سماوی کتابوں کے ماہر ورقہ بن نوفل کے پاس بھی گئیں۔

”وہ ان کا چچا زاد بھائی تھا اور نصرانی ہو چکا تھا اس نے کہا! اے خدیجہ! جو باتیں میسرہ نے بتائی ہیں اگر وہ سچی ہیں تو جان

و کان ابن عمها و کان نصرانیا فقال
ورقة لئن کان هذا حقاً یا خدیجۃ ان
محمد انبی هذه الامۃ قد عرفت انه کان

لهذه الامتہ نبی ينتظر - هذا زمانہ

(البدایہ والنہایہ ۲: ۲۹۶)

لے سیدنا محمد ﷺ اس امت کے نبی
ہیں۔ مجھے پہلے ہی پتہ تھا کہ اس امت کا
نبی آنے والا ہے اس کا انتظار کیا جا رہا
ہے اور اس کے ظہور کا یہی زمانہ ہے۔

یہاں سے بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے شوق کو غذا ملی انہیں سو فیصد یقین ہو
گیا کہ ختم نبوت کے تحت و تاج کے وارث آپ ﷺ ہی ہیں اب اس میں شک کی
کوئی گنجائش نہیں ہے انہوں نے بزرگوں تک بات پہنچائی باپ فوت ہو چکے تھے صرف
چچا زندہ تھے جن کا نام عمرو بن اسد تھا بزرگ بھائی ورقہ بن نوفل بھی تھا انہوں نے
حضرت ابوطالب سے بات کی جو انہوں نے حضور ﷺ کے مشورے کے بعد منظور کر
لی اور شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

حضرت خدیجہ کو ایک عظیم انسان کے ساتھ وابستگی کی روحانی خوشی تھی وہ
حضور ﷺ کو کسی اور ہی روپ میں دیکھتی تھیں اس لئے محبت پر عقیدت کا عنصر
غالب تھا۔

تاریخ اور دن کا تعین

جانبین کے متفقہ فیصلہ سے وقت اور دن کا تعین ہو گیا، حضور ﷺ کے
ہمراہ آپ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ معززین قریش
بھی سیدہ خدیجہ کے گھر گئے، حضرت خدیجہ کے والد خویلد کا پہلے سے انتقال ہو گیا تھا
اس طرف سے بھی ان کے چچا عمرو بن اسد اور ورقہ بن نوفل نے بارات کا استقبال
کیا۔ خطبہ نکاح حضرت ابوطالب نے پڑھا۔

الحمد لله الذي جعلنا من ذرية
ابراهيم وزرع اسماعيل وضئضئ
سعد وعنصر مضر وجعلنا حضنه بيته
وسواس حرمه وجعل لنا بيتا

”تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس
نے ہمیں حضرت ابراہیم کی اولاد حضرت
اسماعیل کی نسل سردار معد کی علب اور
سردار مضر کی اصل سے پیدا فرمایا اور

سحجو جا وحرما سنا وجعلنا الحکام
 علی الناس ثم ان ابن اخی هذا
 محمد بن عبد الله لا یوزن برجل الا
 رجح به شرفا ونبلا وفضلا وعقلا۔
 فان كان فی المال قل فان المال ظل
 زائل و محمد ممن قد عرفتم قرابته
 وقد خطب خدیجۃ بنت خویلد
 وبذل لها ما اجله وعاجله من مالی
 کذا وهو والله بعد هذا له نبا عظیم
 وخطر جلیل جسیم
 (زر قانی علی المواہب ۱: ۲۰۱)

اصدقها عشرین بکرۃ وکانت اول
 امراءۃ تزوجها ولم بتزوج علیها
 غیرها حتی ماتت

البدایہ والنہایہ ۲: ۲۹۴

ہمیں خانہ کعبہ کا خادم اور حرم شریف کا
 منتظم بنایا ہمیں ایسا گھر دیا جس کا حج کیا جاتا
 ہے اور ایسا حرم دیا جو امن کا گوارہ ہے
 اور ہمیں لوگوں پر حاکم بنایا۔ میرا بھتیجا
 محمد بن عبد اللہ علم و حکمت اور فضل
 و شرف میں بے مثل ہے۔ اگرچہ اس
 کے پاس ظاہری مال کم ہے مگر اس مال کی
 حیثیت ہی کیا ہے یہ تو ایک ڈھلتی چھاؤں
 ہے ان کی نسبی قرابت داری سے آپ
 آگاہ ہیں چنانچہ انہوں نے خدیجہ بنت
 خویلد کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک
 ہونے کی خواہش کی ہے اور اتنا اتنا مہر
 معجل اور منوجل (بیس اونٹ) ادا کیا ہے
 ان کا مستقبل بہت درخشاں اور عالیشان ہے۔
 حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ
 کو بیس اونٹ مہر دیا اور آپ سب سے
 پہلی خاتون ہیں جن سے آپ نے نکاح
 فرمایا اور یہ شرف بھی انہی کو حاصل ہے
 کہ ان کے ہوتے ہوئے آپ نے کسی
 اور کے ساتھ نکاح نہیں فرمایا۔

جب حضرت ابوطالب اپنا خطبہ ختم کر چکے تو ورقہ بن نوفل نے خطبہ پڑھا۔
 الحمد لله الذی جعلنا کما ذکرتم
 وفضلنا علی ما عدت فنحن سادۃ
 تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس
 نے ہمیں ایسا ہی پیدا کیا جیسا کہ آپ نے

العرب وقادتها وانتم اهل ذالك
كله لاتنكر العشيرة فضلکم ولا يرد
احد من الناس فخرکم وشرفکم
وقد رغبتنا في الاتصال بحبلکم
وشرفکم فاشهدوا علي يا معاشر
قریش! بانی قد زوجت خدیجة بنت
خویلد من محمد بن عبد الله علی
اربعمانه دینار

(زر قانی علی المواہب ۱: ۲۰۳)

بتایا اور ان لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی
جن کو آپ نے شمار فرمایا بے شک ہم
عرب کے قائد و سردار ہیں اور آپ
اس سیادت کے اہل ہیں کوئی خاندان
آپ کی فضیلت کا منکر نہیں ہے اور نہ
ہی کوئی آپ کے فخر و شرف کو چیلنج کرتا
ہے۔ بات یہ ہے کہ ہمارے دل میں
آپ کے ساتھ رشتہ داری قائم کرنے
کی خواہش و رغبت پیدا ہوئی ہے پس تم
گواہ ہو جاؤ اے گروہ قریش! کہ میں نے
”چار سو دینار حق مر“ کے عوض محمد بن
عبد اللہ کے ساتھ خدیجہ بنت خویلد کا
نکاح کر دیا۔

یہ ازدواجی خطبہ پڑھ کر ورقہ بن نوفل چپ ہو گئے۔ ابوطالب نے کہا۔

اے ورقہ! میں چاہتا ہوں خدیجہ کا چچا
بھی آپ کے ساتھ نکاح کرنے میں
شریک ہو جائے۔

قد احببت ان بشرکک عمها

یہ سن کر عمرو بن اسد نے اسی طرح کیا۔

اے گروہ قریش! گواہ ہو جاؤ کہ میں نے
محمد بن عبد اللہ کے ساتھ خدیجہ کا نکاح کر
دیا۔

اشهدوا علی باسمعشر قریش! انی قد
انکحت محمد بن عبد الله خدیجة
بنت خویلد

حضور ﷺ نے نکاح قبول کیا اور
سرداران قریش نے گواہی دی۔

فقبل النبی ﷺ النکاح وشهد
علی ذالك صنادید قریش

(زر قانی علی المواہب ۱: ۲۰۳)

غلاموں کی آزادی اور مال کا ایثار

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اتنی خوشی ہوئی کہ تمام غلام آزاد کر دیئے تاکہ یہ شادی ان کے لئے یادگار بن جائے اور وہ ساری زندگی خوش ہوتے اور دعائیں دیتے رہیں، اپنی کینروں کو حکم دیا کہ دف بجا بجا کر خوب اظہار مسرت کریں۔

حضرت خدیجہ نے سرکار کے قرب کی دولت سرمدی پا کر اپنی ساری دولت آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دی اور عرض کی:

”میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس کے مالک ہیں جس طرح چاہیں تصرف فرمائیں میرا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہو گا۔“ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ یہی مال بعثت کے بعد نصرت اسلام کا سبب بنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاشی فکر سے آزاد ہو کر دعوت دین کا فریضہ کما حقہ نبھاتے رہے۔

آپ کی اس تقریب نکاح میں آپ کے قریبی رشتہ داروں اور احباب کے علاوہ روسا و مکہ نے بھی شرکت کی۔ نکاح کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوتِ ولیمہ کا اہتمام فرمایا جس میں ایک روایت کے مطابق ایک اونٹنی اور بعض دیگر روایات کی رو سے دو اونٹنیوں کے ذبح سے احباب و اقربا کی ضیافت کا سامان کیا گیا۔

روایت کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے :

اولم علیہا صلی اللہ علیہ وسلم فنحر جزوا
وقیل جزورین واطعم الناس
وہی اول ولیمہ اولہا صلی اللہ علیہ وسلم
(محمد رسول اللہ: ۲۹)

آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر
دعوتِ ولیمہ فرمائی۔ ایک یا دو اونٹنیاں
ذبح کرائیں اور لوگوں کو کھانا کھلایا
یہ پہلا ولیمہ تھا جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے کیا۔

ایک لمحہ فکریہ

اس ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ کا یہ پہلو پکار پکار کر ہم

سے اس امر کا تقاضا کر رہا ہے کہ ان تمام غلط، بے جواز اور ناروا رسموں کا خاتمہ کر دیا جائے جو آج شوئی قسمت سے ہمارے معمولات زندگی کا حصہ بن چکی ہیں۔ ایک عرصے تک ہندو تہذیب و معاشرت اور باہمی میل جول کے اثرات کے نتیجے میں رسم و رواج کی زنجیروں نے پورے معاشرے کو جکڑ رکھا ہے۔ ہم نے جھوٹی عزت، وقار، نام و نمود اور برادری میں ناک رکھنے کے لئے شادی کو ایک ناقابل برداشت بوجھ بنا کر رکھ دیا ہے۔ نتیجہ ہماری زندگی کے چشتے میں تصنع، بناوٹ اور دکھلاوے نے تلخیوں، دکھوں اور رنج و آلام کا زہر گھول دیا ہے۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ شادی خانہ آبادی خوشیوں اور مسرتوں کا موجب بننے کی بجائے معاشی طور پر کمزور افراد کے چین، آرام اور سکون ٹٹ جانے کا سبب بن رہی ہے۔ آئیے! ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کو اپنے اوپر لازم کر لیں اور رسموں و رواجوں کی زنجیروں کو کاٹ کر پھینک دیں۔ اس سلسلے میں ہمیں اپنے آپ سے یہ عہد کرنا ہوگا کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ کا احیاء کر کے ہی اُن سے انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں سے عہد برآ رہ سکیں گے جو عدل و انصاف اور احسان پر مبنی اسلامی معاشرے کی تعمیر کے ضمن میں ہم پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہونے کے ناطے عائد ہوتی ہیں۔

یاد رہے کہ اصلاح احوال کے لئے معاشرے میں تبدیلی کا عمل کہیں نہ کہیں سے شروع کرنا ہوگا اور کسی نہ کسی مسابقت (INITIATIVE) کے جذبے سے کام لیتے ہوئے پہلا قدم اٹھانا ہوگا۔ آئیں! ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی بجائے جو اب یہی کے احساس سے سرشار ہو کر ابتدائے کار کی طرح ڈالیں۔ اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درج ذیل ارشادِ گرامی کی روشنی میں ہمیں مثبت اور تعمیری طرز عمل اپنانا ہوگا:

حضرت عمرؓ سے روایت ہے :

قال: كلكم راعٍ و حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں

کَلَّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ
وَالرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ
بَيْتِهِ وَالْمَرْءِ رَاعِيَةٌ

علی بیت زوجھا وولده
والمعد راع علی مال
سیدہ وهو مسؤل
فکلكم راع وکلكم
مسؤل عن رعیتہ

۱

سے ہر ایک چڑھا (نگران) ہے اور ہر
ایک سے اس کے ماتحت افراد کے
متعلق پوچھا جائے گا۔
آدمی اپنے گھر والوں کا نگران
ہے اور عورت اپنے خاوند کے گھر
اور اولاد کی نگران ہے۔ غلام اپنے
آپ کے مال کا نگران ہے اور اس
سے پوچھا جائے گا۔ پس ہر
ایک نگران ہے اور ہر ایک سے
اس کے ماتحت افراد کے بارے
میں سوال کیا جائے گا۔

اس حدیث مبارکہ کی رو سے معاشرے میں موجود ہر انسان، چاہے اس کا تعلق
زندگی کے کسی شعبے سے ہو اپنے اہل و عیال اور متوسلین کے بارے میں نگران و جوابدہ
ہے۔ قیامت کو جو کہ جزا و سزا کا دن ہے، ہر شخص سے اس کے حلقہ اثر اور ماتحتوں
کے بارے میں محاسبہ و مواخذہ کیا جائے گا۔ قرآن مجید و جمعہ طہ کریم نے انسان سے
کہہ رہا ہے کہ وہ نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ اپنے اہل و عیال کو نارہنہم سے بچانے کے
لئے مترو و متفکر ہو۔

ارشادِ باری ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا
أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور
اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحَيَاةُ
بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر
لے ہوں گے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی طرف سے ہم پر کتنی بڑی ذمہ داری عائد کی گئی ہے لیکن ہماری بے اتفاقی اور عدم توجہی ملاحظہ ہو کہ ہم اپنی اولاد کی پرورش اور کامیاب مستقبل کے لئے تو حتی الامکان اور اپنی بساط سے بھی بڑھ کر سعی و کوشش کرتے ہیں مگر اس عظیم ذمہ داری سے جو ہمارے کندھوں پر ہمارے پروردگار کی طرف سے ڈالی گئی ہے پہلو تہی کرنا ہم نے اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ اس طرح ہم اپنے اور اپنے اہل خانہ کے لئے آخرت کے بہت بڑے خسارے کا سامان پیدا کر رہے ہیں۔

اے محض ہماری کٹ تھتی اور ٹال مٹول پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے اہل خانہ دیگر دنیاوی معاملات میں تو ہمارے تابع فرمان ہیں لیکن جب شادی و دیگر تقریبات کے سلسلے میں رسموں اور رواجوں کے بندھن کا ذکر درمیان میں آتا ہے تو ہم یہ کہہ کر آسانی سے اپنا دامن چھڑا لیتے ہیں کہ کیا کریں ہمارے اہل و عیال کب ہماری بات مانتے ہیں اور یہ کہ زمانے کے ساتھ چلنا ہی پڑتا ہے۔

اگر ہم اپنے گریہ نالوں میں جھانکیں تو ہمارا ضمیر ہم سے سوال کرتا ہے کہ کیا ہم میں ہر ایک کا فرض عین نہیں کہ اپنے دائرہ اختیار کے اندر عملی اقدام کرے؟ ایک باپ، بڑے بھائی یا خاندان کے بزرگ ہونے کے ناطے ان افراد کے جو ہمارے زیر کفالت ہیں، دینی اخلاقی اور روحانی معاملات و احوال کی اصلاح کا فریضہ بجالائیں اور ایسا بلا خوف و ہمتہ لایم کریں اور کسی بے جا منفی تنقید کو خاطر میں نہ لائیں اور اس بات کی مطلق پڑاہ نہ کریں کہ دوسرے اس کے بارے میں کیا کہیں گے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ کسی بھی انقلابی تبدیلی کی راہ میں مخالفتوں اور مزاحمتوں کا آنا ناگزیر ہوتا ہے لیکن وہ جن کے ارادے حیران اور

عزیم بندہوں ان باتوں کو پرکھنا کی اہمیت نہیں دیتے اور عزم و استقلال سے اپنی ڈگر پر چلتے رہتے ہیں۔

اس ضمن میں علامہ اقبالؒ نے کیا پتے کی بات کہی ہے !

حدیث بے خبراں است تو با زمانہ بساز

زمانہ باؤنہ سازد تو با زمانہ ستینز

(بے خبر اور نادان لوگوں کا کہنا ہے کہ تو زمانہ کے ساتھ موافقت اور ہم آہنگی

اختیار کر۔ (میرا کہنا یہ ہے) اگر زمانہ تیرے ساتھ موافقت نہیں کرتا تو پڑا

نہیں تو زمانے کے ساتھ جنگ کر۔)

لازمی ولابدی امر ہے کہ ہمیں باہم مل کر اجتماعی سطح پر انقلابی تبدیلیاں معاشرے

میں برپا کرنے کے لئے سرگرم عمل ہونا چاہیے۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے اور خوفِ خدا کی

بجائے نام نہاد سماج کا خوف اپنے اوپر طاری کئے رہتے ہیں تو ہمارے اطاعتِ الہی

اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب دعوے خام اور بے بنیاد ہیں۔ اگر ہمارے

دعوے سچے ہیں اور ہمارے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں ہے تو سرورِ عرب و عجم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ پاک اور آپ کی بتائی گئی قرآن و سنت پر مبنی تعلیمات پر عمل پیرا

ہونے میں کوئی عذر لنگ مانع نہیں ہونا چاہیے۔

حضور اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی کا

ایک تابندہ و روشن پہلو

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی رفیقہ حیات

کو اپنے چچا حضرت ابوطالب کے گھر جہاں آپ اب تک مقیم تھے، لے آئے۔ آپ نے

اپنی مبارک و فرخندہ شادی کی پہلی رات (شبِ زفاف) اسی گھر میں بسر کی لیکن اپنے

شفیق و غمگسار چچا کی مالی حالت کی کمزوری کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منتظر یہاں رہنا پسند فرمایا اور لگے ہی دن حضرت خدیجہ الکبریٰ کے مشورے سے ایک علیحدہ گھر میں سکونت اختیار کر لی۔

یہاں ایک انتہائی توجہ طلب پہلو یہ ہے کہ ہر چند آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے چچا کے ساتھ تعلقات حد درجہ شفقت و محبت کے آئینہ دار تھے، آپ نے اپنی محبوبہ رفیقہ حیات کے ازدواجی حقوق کو مقدم رکھا اور شادی کے بعد ایک علیحدہ زندگی کا آغاز کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے اس پہلو میں ان والدین کے لئے سبق ہے جو اپنے بیٹے کی شادی کے بعد اس سے خواہی خواہی یہ توقع و البتہ کر لیتے ہیں کہ وہ اپنی ازدواجی زندگی ان کے ہاں گزار دے گا خواہ ان کی بہو کی مرضی اس میں شامل ہو یا نہ ہو۔

اس سلسلے میں ان کی بے جا ضد کے اثرات چنداں خوشگوار نہیں ہوتے اور پرسکون ازدواجی زندگی میں تمہیاں گھول دینے کا موجب بنتے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ کا یہ تعلیماتی پہلو ہمارے پیش نظر رہنا چاہیے کہ اگر عورت شادی کے بعد علیحدہ زندگی کا آغاز کرنے کی متمنی ہو تو والدین کو اپنی اولاد کی خوشیوں کی خاطر اسے انا اور بھوٹی عزت و وقار کا مسئلہ نہیں بنالینا چاہیے اور انہیں اپنی بعد از شادی زندگی کو خوش آئند بنانے کے لئے علیحدہ سکونت اختیار کرنے کی اجازت بطیب خاطر دے دینی چاہیے۔ ایسا کرنا عین حکمت و مصلحت کا تقاضا ہے جس سے آئندہ کثیدہ تعلقات سے بچا جاسکتا ہے جو بسا اوقات بگاڑ کے نتیجے میں قطع رنجی پرتج ہو جاتے ہیں۔ بریں بنار ان عوامل کے سدباب کے لئے جو خاندانوں میں باہمی شکر رنجی اور کشیدگی کا باعث بنتے ہیں۔ نوجوان جوڑوں کو بجائے مخلوط خاندان میں رہنے پر مجبور نہ کرنے کے لئے گھروں میں آباد کر دینا عین دانشمندی کا تقاضا ہے تاکہ ازدواجی زندگی میں پیار و محبت اور باہمی اعتماد کی فضا قائم رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کی ایک ممکنہ قابل عمل صورت یہ بھی

نکل سکتی ہے کہ اگر ایک مکان کی وسعت اس امر کی اجازت دے تو والدین اور شادی شدہ جوڑے علیحدہ علیحدہ رہائشی یونٹ قائم کر کے ساتھ ساتھ رہ سکتے ہیں۔ اس طرح خوش آمد مستقبل اور بہتر سازگار حالات کے زیادہ روشن امکانات پیدا کئے جاسکتے ہیں بہتر بہتر یہ ہے کہ اگر معاشی حالات سازگار ہوں تو ازدواجی تعلقات کو خوشگوار رکھنے کے لئے نو شادی شدہ جوڑوں کو علیحدہ مکانوں میں سکونت اختیار کرنے کے مواقع فراہم کئے جائیں۔

بیوے شادی ایک قابل تقلید مثال

آقائے دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ اور سیرتِ مطہرہ کا ایک قابل تقلید پہلو یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اس وقت جب وہ بیوگی کی زندگی بسر کر رہی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جہالہ نکاح میں آنے سے پہلے وہ دوبار شادی کر چکی تھیں۔ ایک شوہر کا نام عقیق اور دوسرے کا نام ابو ہالہ تھا۔ ان شوہروں سے حضرت خدیجہ کی اولاد بھی تھی۔ ایک روایت کے مطابق شادی کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس برس تھی جب کہ دوسری روایت میں اٹھائیس برس عمر کا تذکرہ ملتا ہے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ابھی پچیس برس تھی۔

پہلے شوہروں سے حضرت خدیجہؓ کی اولادیں اپنے متوفی والدوں کے خاندانوں میں پرورش پائی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں اپنے ہاں منتقل نہ کیا بلکہ وہ بہت دور اپنے آبائی خاندانوں میں سکونت پذیر رہے تاہم وہ کبھی کبھار ملنے کے لئے آتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے انتہائی شفیق والد کی طرح پیار کرتے۔ اسی پیار اور محبت و انس کا نتیجہ تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب ہوئے اور دولتِ اسلام نصیب ہونے کے بعد شرفِ صحابیت سے بھی سرفراز ہوئے

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جب حضرت ہالہ رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت کرتے تو یوں کہتے کہ میرے ماموں نے یہ فرمایا، جو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے؟

یہ بات اس امر کی غماز ہے کہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باہمی تعلقات محبت و شفقت سے عبارت تھے۔

سرور کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زمانے کے جاہل عرب معاشرے میں جہاں بیوہ سے شادی کرنا میسر نہ تھا، حضرت خدیجہ سے شادی کر کے جو بیوگی کی زندگی بسر کر رہی تھیں، ایک روشن و قابل تقلید مثال قائم کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی وفات تک دوسری شادی نہ کی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنی بھی شادیاں کیں ان میں سوائے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے باقی سب بیوہ یا مطلقہ تھیں۔ اس سے ان متعصب اور بد بخت یہود و نصاریٰ مستشرقین اور زمام نہاد مفکرین کے بے بنیاد الزامات کی قلعی کھل جاتی ہے جو تعدد ازواج کے ضمن میں وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر لگاتے رہتے ہیں۔ ان کا مذموم مقصد دراصل اسلام کے خلاف زہرا گلنا ہوتا ہے اور وہ خبیث باطن کے ہاتھوں ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تعدد ازواج کی بنا پر انگشت اعتراض بلند کرنے والے اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ اگر اس میں کوئی ذاتی نقصانی خواہش اور مصلحت کار فرما ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین بچوں کی ماں اور چالیس سالہ بیوہ سے عقد کرنے کی بجائے کسی نوجوان و دوشیزہ سے پیاہ کہتے۔

بیواؤں سے نفرت کرنے والے معاشرے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ روایت شکن اقدام رحم و درواج کے تہوں کو توڑنے کے مترادف تھا۔ اگر، حاکم بدہن نفسانی خواہشات کی تسکین کا معاملہ پیش نظر ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطلقہ بیوہ اور معتر خواتین سے عقد کرنے کی بجائے پیکران حسن و ثبا سے نکاح کہتے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے بیوہ اور مطلقہ خواتین کو اپنے

عقد میں لاکر معاشرے کی دھتکاری ہوئی عورت کی عزت و وقار کو قائم کیا۔
 اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق و محبت کا ہمارا دعویٰ سچا ہے اور آپ
 کے تذکار سیرت سے ہم محض سروہٹنے پر اکتفا نہیں کرنا چاہتے تو ہمیں بیواؤں اور مطلقہ عورتوں
 کو معاشرے کا دھتکارا ہوا طبقہ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع
 میں انہیں رشتہ زوجیت میں لاکر ان کی عزت و وقار کو بحال کرنے کے عملی اقدامات کرنا ہوں
 گے۔ اس دور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت کو نئے سرے سے زندہ کرنا ایک
 بہت بڑا جہاد ہوگا۔ اس ضمن میں ہندو معاشرت اور تہذیب و ثقافت کے اثرات کو قبول کرتے
 ہوئے ہم نے جو بلا جواز پابندیاں (CONSTRAINTS) اور ناروا قدغن (TABOOS) سنت
 مطہرہ کی عطا کردہ تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اپنے اوپر عائد کر رکھے ہیں انہیں توڑنے کے
 لئے ہمارے دینی رہنماؤں اور مبلغین کو آگے آنا چاہیے

ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ کا ایثار

آقائے دو جہاں علی الصلوٰۃ والسلام سے رشتہ زوجیت میں منسلک ہونے کے بعد حضرت
 خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جن کا شمار اس وقت مکہ کے متمول افراد میں ہوا تھا، اپنی ساری دولت
 رہنمائی کاموں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کر دی۔ اعلان نبوت
 کے بعد جب آپ نے دین اسلام کے فروغ کے سلسلے میں اپنے آپ کو دعوت و تبلیغ
 کے لئے وقف کر دیا تو تاریخ اسلام کے اس اوائل دور میں ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ
 رضی اللہ عنہا کی دولت ہی آپ کے کام آئی۔ اس طرح ان کا مثالی جذبہ ایثار و قربانی اور اپنے
 شوہر تاجدار کے مشن سے والہانہ وابستگی اور بے نفسی مال و دولت سے بے نیازی اور شان
 استغناء کی منظر تھی۔ یہی سبب تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس فریقہ حیات سے کمال
 درجہ محبت تھی اور ان کے اس دنیائے فانی سے رحلت فرما جانے کے بعد ان کی یاد کبھی
 آپ کے دل سے محو نہ ہو سکی اور آپ ان کا ذکر اپنی دیگر ازواج مطہرات سے فرمایا کرتے تھے۔

پہلی نزول وحی اور آغاز نبوت

جوں جوں بعثت کا زمانہ قریب آتا جا ہوتا تھا سرورِ دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معمول تھا کہ آپ آبادیوں اور شہر کے ہنگاموں سے دور نکل جاتے اور زیادہ سے زیادہ وقت خلوت نشینی میں بسر کرتے۔ آپ علیہ السلام اکثر مکہ سے تقریباً تین میل دور ابو قیس پہاڑ پر واقع ایک غار میں جو غارِ صرا کے نام سے موسوم ہے، تشریف لے جاتے اور وہاں کئی کئی دن معتکف ہو کر ذکر و فکر اور مراقبے میں مشغول رہتے۔ آپ اپنے ساتھ ستو، کھجوریں اور کھلنے پینے کا دوسرا سامان لے جاتے۔ خلوت نشینی کا عرصہ ہفتہ عشرہ اور کبھی کبھار چالیس دن پر بھی محیط ہوتا جسے عرفِ عام میں اصطلاحاً "چلہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس سے جو اکثر بزرگوں کی طرف چلہ کاٹنے کا عمل منسوب کیا جاتا ہے، اس کا سنون ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ذہن میں رہے کہ اسے ترک دنیا نہیں کہا جاسکتا جو رہبانیت ہے اور اسلام میں جائز نہیں۔ چلہ یا اعتکاف میں تو اس لئے بیٹھا جاتا ہے کہ مکروہات دنیا سے کچھ وقت نکال کر محبوبِ حقیقی کے ذکر اور یاد میں گزارا جائے جو اہل صفا اور اربابِ طریقت کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔

دور بعثت سے قرب کا زمانہ وہ تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منہگاموں سے نفرت ہونے لگی اور آپ کے دل میں دیرالزلوں اور خلوت کدوں کی محبت و رغبت بڑھنے لگی شرک اور کفر و الحاد سے بیزاری ابتدا ہی سے تھی اور اہل نظر پہلے ہی ٹاٹ چکے تھے کہ بڑ ہو کر یہ جوان رعنا کسی ایسے نظام کی بنیاد رکھے گا جو صدیوں سے قائم کفر و شرک پر مبنی نظام کو زمین بوس کر دے گا۔ انجام کار وہ ساعت سعید آگئی جب غارِ صرا کے کچھ تنہائی میں خالقِ حقیقی کی طرف سے اپنے محبوب کے نام پہلا پیغام آیا اور حضرت روح الامین بارگاہِ حق سے پانچ آیات لے کر آئے جن کا آغاز اس طرح ہوا :

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي
خَلَقَ ط لہ کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔

بارگاہِ ایزدی سے اس پیغام کا آنا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ پسینے سے تر بہ تر ہو گئے، کچکی سے جسم اطہر بخار کی سی کیفیت میں مبتلا ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کیفیت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور لرزتی ہوئی آواز سے فرمایا،

زَمِلُونِي زَمِلُونِي لہ مجھے کھیل اور ہا دو مجھے کھیل اور ہا دو

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کو ایک کھیل اور ہا دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب بیجانی اثرات زائل ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلیہ محترمہ کو ان کیفیات سے آگاہ فرمایا جو آپ پر غارِ حرا کے واقعہ کے بعد طاری ہوئیں۔ یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ پہلا پیغام حق موصول ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کچکی کا طاری ہو جانا اور پسینے چھوٹ جانا کسی گھبراہٹ کی وجہ سے نہ تھا اور یہ بات بھی نہ تھی کہ آپ اس امر سے بے خبر تھے کہ مستقبل میں آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ پورے چالیس سال تک آپ کے جسمانی احوال و عوارض بشری زندگی کے خوگر ہو چکے تھے اور آپ پر اس کیفیت کا طاری ہو جانا عین تقاضائے فطرت تھا۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک شخص دیر تک اندھیرے میں رہنے کے بعد اچانک تیز روشنی میں آجائے تو لمحہ بھر کے لئے اس کی آنکھیں روشنی سے چندھیا جائیں گی۔ یاد رہے کہ آنکھوں کی یہ چندھیاہٹ اس وجہ سے نہیں کہ وہ روشنی سے نا آشنا ہیں بلکہ اس وجہ سے کہ طویل عرصہ تک اندھیرے سے وہ اس قدر مانوس ہو گئی تھیں کہ ایک لخت تیز روشنی کا سامنا کرتے پر آنکھوں کا چکا چوند ہو جانا فطری بات ہے

کچھ اسی طرح کی بشری کیفیت ہمارے آقا و مولا سرور دنیا و عقبی علیہ التمجیدہ و التنا
پر بھی طاری ہوئی۔ اس کی ایک توجہ یوں کی جاسکتی ہے کہ لاہوتی و نورانی عالم سے
تعلق منقطع ہوئے چالیس برس بیت چکے تھے۔ لہٰذا آمنہ رضی اللہ عنہا سے عالم
بشریت میں ہویدا ہونے کے بعد اس بطویل عرصے میں آپ طبعی طور پر دنیاوی احوال
معاملات کے عادی و خوگر تھے۔ بارگاہ الوہیت سے ناموس اکبر (جبرائیل امین) کے
یکایک پیغام لے کر آنے سے اس خلاف معمول کیفیت کا پیدا ہونا فطری امر تھا۔
حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان اقدس
سے غارِ حرا میں پیش آنے والے احوال سنے تو، روایات میں ہے کہ وہ بے اختیار
آپ علیہ السلام سے لپٹ گئیں۔ اللہ اللہ! وہ کیا کیف آفرین منظر ہو گا جب
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں کے ہالے میں لئے ہوں
گی۔ انہوں نے آپ کو تسلی دی اور ڈھارس بندھائی اور حضور علیہ السلام سے کہا کہ یقین
رکھیے! آپ کا خدا کبھی آپ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا اس لئے کہ میں نے
جب سے آپ کو دیکھا ہے آپ یتیموں، مسکینوں، بے نواؤں اور دکھی انسانوں کی
خدمت کر رہے ہیں اور آپ بے سہاروں کا سہارا اور غمخوار و بہی خواہ ہیں۔ اس لئے
مجھے پختہ یقین ہے کہ خدا کبھی آپ کو تنہا اور ذلیل و رسوا نہیں ہونے دے گا۔

روایت کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے :

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہرگز	فَقَالَتْ خَدِيجَةُ: كَلَّا
نہیں۔ خدا کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا	وَاللّٰهُ مَا يَنْحٰزِيْكَ اِنَّهٗ اَبَدًا
نہیں کرے گا۔ آپ تو صلہ جی کرنے	اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحْمَ وَتَجَلُّ الْكَلْبَ
والے، کمزوروں کا بوجھ اٹھانے والے،	وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْتَرِي
محتاجوں کیلئے کمانے والے، بہمان	الضَّيْفَ وَتَعْبِيْنَ عَلٰی ذَوٰنِبِ

الحق لہ نوازی کرنے والے، راہِ حق میں مشق

سہنے والے ہیں۔

اعلانِ نبوت کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو ہمہ تن دعوتِ تبلیغِ دین کے لئے وقف کر دیا اور آپ کے لئے تجارتی مشاغل جاری رکھنا ممکن نہ رہا۔ آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ پیغامِ توحید کو دور دراز علاقوں تک پھیلانے میں صرف ہونے لگا۔ اس بت پرست معاشرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ حق بلند کرنے کی دیر تھی کہ سرطرف سے مخالفتوں اور مزاحمتوں کا طوفان سراٹھانے لگا اور آپ پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سخت نامساعد حالات کے باوجود اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو شد و مد سے جاری رکھا اور کوئی بڑی سے بڑی مخالفت اور عداوت بھی آپ کو راہِ حق پر آگے بڑھنے سے باز نہ رکھ سکی۔ مخالفت و مزاحمت کی ان آندھیوں میں صرف دو ہفتوں نے کھل کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا۔ وہ حضرت خدیجہ الکبریٰ اور حضور علیہ السلام کے چچا حضرت ابوطالب تھے جو معاندینِ اسلام اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان چٹان کی طرح کھڑے ہو گئے اور خون کے پیاسے دشمنوں سے آپ کو کوئی گزند نہ پہنچنے دیا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ابوطالب کی مالی حالت متحکم نہ تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مشفق چچا کے کندھوں سے مالی بوجھ کم کرنے کے لئے ان کے بیٹے حضرت علیؑ کی پرورش اپنے ذمے لے لی اور دوسرے بیٹے حضرت جعفرؑ کو اپنے چچا حضرت عباسؑ کی تحویل میں دے دیا۔ اس ضمن میں درج ذیل روایت

کتب سیر میں ملتی ہے جسے ابن ہشام نے نقل کیا ہے :
ان قریبنا اصابتهم ازمة جب قریش پر قحط کی آفت آئی اور

شديدة وكان الباطل ذا
 عيال كثير فقال رسول
 الله صلى الله عليه وسلم
 للعباس عمه وكان من أيسر
 بنى هاشم : يا عباس ! ان
 اخاك ابا طالب كثير العيال
 وقد اصاب الناس ما ترى
 من هذه الازمة . فانطلق
 بنا اليه فلنخفف عنه
 من عياله . فاخذ رسول
 الله صلى الله عليه وسلم علياً
 فضمه اليه واخذ العباس
 جعفرأ فضمه اليه فلم
 ينزل علي مع رسول الله حتى
 بعثه الله تبارك وتعالى
 نبيا فاتبعه علي رضي الله عنه
 وامن به صدقه

۱۰

الوطالب بہت بچوں والے تھے
 تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے
 چچا عباس سے جو بنی ہاشم میں سب
 سے زیادہ خوش حال تھے فرمایا:
 اے عباس! آپ کا بھائی الوطالب
 بہت بچوں والا ہے اور اس قحط
 کی وجہ سے لوگوں پر جو مصیبت
 آئی ہے وہ دیکھ ہی رہے ہو۔
 پس میرے ساتھ چلو کہ اس کا
 کچھ لو جھڑکا کریں۔ پس حضور صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے علی کو لے لیا اور
 انہیں اپنے ساتھ رکھا۔ حضرت
 عباس نے جعفر کو لے لیا اور
 اپنے ساتھ رکھا۔ پس علی حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم ہی کے ساتھ رہے یہاں
 تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے
 پاس نبوت کا پیغام بھیجا تو حضرت علی
 نے آپ کی پیروی کی اور ایمان لائے
 آپ علیہ السلام کی تصدیق کی۔

حضرت الوطالب نے بذات خود برادری کے خوف سے اسلام تو قبول نہ کیا لیکن

وہ آزمائش وابتلا کے نازک ترین لمحوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے سینہ سپر ہو کر کھڑے رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نو عمری میں ہی آپ علیہ السلام کی تربیت کے زیر اثر دولتِ ایمان سے مالا مال ہو گئے اور ہر مرحلے میں آپ کے دست و بازو اور مددگار بنے رہے۔

دوسری طرف حضور علیہ السلام کی محبوب رفیقہ حیات حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول کرنے کے بعد بصد دل و جان اپنے آپ کو اور اپنی تمام دولت کو اسلام کے مشن کو فروغ دینے کے لئے وقف کر دیا اور ہر ابتلا و آزمائش میں آپ کا ساتھ دیا۔ اس ضمن میں روایت کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

ابن اسحق نے کہا :

وكانت (خدیجہ رضی اللہ عنہا) لہ و زین
صديق على الاسلام يشكو
اليها وكان (البطلاب) لہ

عضدا وحرزاً في امره و
منعة وناصرأعلى قومه
مقابلے میں محافظ و مددگار تھے۔

ان دونوں ہستیوں کی موجودگی میں کسی کی مجال نہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بال بیکا بھی کر سکتا۔

شعب ابی طالب میں محاصرہ و مقاطعہ

جب دشمنان اسلام نے دیکھا کہ ظلم و جور اور مخالفت کی آمدھیاں حتی پرستوں

کے قدم نہیں ڈگمگاسکیں اور داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شن ان کی تمام سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے باوجود پھینٹا ہی جا رہا ہے تو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خاندان کا معاشی مقاطعہ (بایکٹ) کرنے کا فیصلہ کیا۔ تمام اہل قریش اور کفار و مشرکین متحد ہو کر اس بات پر تل گئے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تبلیغ و دعوت اسلام سے باز رکھنے کے لئے بنو ہاشم سے ہر قسم کے معاشی اور معاشرتی تعلقات منقطع کر دیئے جائیں اور ان سے کوئی لین دین نہ رکھا جائے۔

حضرت ابوطالب نے جب معاندین و مخالفین کے یہ تیور دیکھے تو بے بسی کے عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے :

”پیارے بھتیجے ! میں تنہا کمزور و ناتواں آدمی حالات کا مقابلہ کہاں تک کر سکتا ہوں، کیا یہ ممکن نہیں کہ میرے نازک کندھوں سے اس بوجھ کو ہٹا کر دیا جائے ؟“

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عظیم استقامت و عزیمت اور ناقابلِ تخیر عزم و حوصلہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا :

”چچا جان ! عداوت و مخالفت کا یہ سیلاب جو میرے چاروں طرف سے اٹھ کر آیا ہے میرے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر شرق سے غرب تک تمام دنیا بھی میری مخالفت پر اتر آئے اور کوئی ایک متنفس بھی روئے زمین پر میرا حامی مددگار نہ رہے تب بھی میں دعوتِ حق سے باز نہیں رہ سکتا۔“

جب حضرت ابوطالب نے قوتِ ارادی اور عزم و استقلال کا یہ عالم دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھے :

”عزیز از جان بھتیجے ! اگر تیرا عزم و ارادہ اتنا پختہ اور غیر متزلزل ہے تو جا اپنا کام کرنا رہ۔ جب تک ابوطالب کی جان میں جان ہے وہ اپنے خون کے آخری قطرے تک تیری حفاظت کی ذمہ داری سے دست بردار نہ ہوگا۔“

چنانچہ نازک ترین حالات اور سنگین ترین خطرات میں جب سرزمین مکہ کا ذرہ ذرہ آپ کے خون کا پایا سا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوطالب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خاندان کے دیگر افراد کے ہمراہ اس گھاٹی میں حفاظت کے لئے محصور ہو گئے جسے شعب ابی طالب سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس گھاٹی میں جو ایک طرح کا قید خانہ تھا، آپ اور آپ کے خاندان نے تین سال ناقابلِ بیان مصائب و صعوبتوں اور تکلیفوں کے جلو میں بسر کیے۔ جب تین سال بعد یہ مقاطعہ ختم ہوا اور قید و بند کی صعوبتوں سے رہائی نصیب ہوئی تو بیماری، ضعف و کمزوری کے عالم میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا اور ابھی وہ سال ختم نہ ہوا تھا کہ حضرت ابوطالب بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اس دوسرے صدمے کی بنا پر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی سال میں اٹھانا پڑے اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال کہا جاتا ہے۔ وفات کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر پینسٹھ سال تھی۔

خوشگوار اور قابلِ رشک ازدواجی زندگی

کے پچیس سال

ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ خوش نصیب ترین خاتون ہیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تین تہا طویل رفاقت کا عرصہ جو پچیس سال پر محیط ہے، گزارنے کا موقع نصیب ہوا۔ ان پچیس سالوں میں پندرہ سال اعلانِ نبوت سے پہلے کے اور دس بعد کے سال تھے۔ یہ تمام تر زندگی انتہائی پرُسرت اور خوشگوار تھی اور تمام امت کے لئے ایک روشن اور قابلِ تقلید مثال کا درجہ رکھتی ہے۔

ثقہ روایات کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے پندرہ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا

دسواں سال تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک پچاس برس تھی کہ شعب ابی طالب کے واقعہ کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا رحلت فرما گئیں۔ چونکہ اسی سال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفیق اور غمخوار چچا ابوطالب بھی انتقال کر گئے اس لئے اس سال کو "عام الحزن" یعنی غم و حزن کا سال قرار دیا گیا۔ کتب سیر میں اس کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے :

حضرت ابوطالب کی وفات کے تین دن بعد دوسری روایت کے مطابق	ثم بعد ذلك (وفاة ابی طالب) بثلاثة ایام وقیل
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے دسویں سال ۵ رمضان المبارک میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا انتقال ہوا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال کو غم کا سال قرار دیا اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰ صحیح قول کے مطابق ۲۵ سال تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہیں۔	بخمسة فی رمضان بود البعث بعشر سنین علی الصحیح ماتت خدیجۃ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا وكان صلے اللہ علیہ وسلم یقول ذلك العام عام الحزن وكانت مدة اقامتها معہ صلی اللہ علیہ وسلم خمسا و عشرين سنة علی الصحیح

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی مبارک ازدواجی زندگی کے باب میں ہم نے گزشتہ صفحات میں قدرے شرح و بسط کے ساتھ ان احوال کا ذکر کیا تھا جن سے یہ ترشح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس چھٹی اور محبوب رفیقہ حیات کا آپ کی ذات اور مشن سے محبت، وابستگی، قلبی تعلق، وفاداری و بے نفسی، حسن سلوک، بے دریغ مال و دولت خرچ کر دینے کا جذبہ اور ہر معاملے میں آپ پر اعتماد کس درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ یہ سارے اوصاف حمیدہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے اور جس انداز سے انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق زوجیت ادا کیا وہ نہ صرف تاریخ اسلام کا ایک انتہائی روشن باب ہے بلکہ طبقہ انیسویں کے لئے بصیرت افروز اور سبق آموز ہے۔

حقیقی زندگی — ظاہر و باطن کی مکمل ہم آہنگی

آٹھ دہائیوں میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اندرون خانہ زندگی اور گھر کی چار دیواری سے باہر کی زندگی ظاہر و باطن میں مکمل ہم آہنگی اور عدم تضاد کی آئینہ دار تھی اور اس کے سر زاویے اور گوشے سے حقیقی زندگی کی جھلک نمایاں طور پر دکھائی دیتی تھی۔ اس ضمن میں یہ نکتہ خصوصیت سے قابل توجہ ہے کہ کسی فرد کی شخصیت کے بارے میں جاننے کے لئے اس کی دن خانہ زندگی کا جائزہ اڑا لیں ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ تو ممکن ہے کہ کوئی تصنع،

بناوٹ اور ظاہر داری کے لبادے میں اپنے اصلی پہرے کو ظاہر نہ ہونے دے اور نام نہاد پارسانی، زہد و تقویٰ اور عبادت گزار کی کا ڈھونگ رچا کر لوگوں کو اپنے اصل کردار کے بارے میں دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جائے لیکن گھر کے اندر یہ منافقت اور ریاکاری کا کھیل نہیں چل سکتا اور بیوی بچوں اور دیگر اہل خانہ سے اس کی شخصیت کسی عنوان سے چھپی نہیں رہ سکتی۔ ان کی نظروں سے ظاہر و باطن کے احوال میں پایا جانے والا تضاد اور دوغلی پن آشکار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس بنا پر اگر یہ کہا جائے کہ کسی شخص کی حقیقی زندگی کو پرکھنے کے لئے معیار اور کسوٹی اس کی گھر لویہ عائلی اور نجی زندگی ہی ہے تو اس میں رتی بھر مبالغہ نہ ہوگا۔

علیٰ زندگی میں یہ بات عام مشاہدے میں آتی ہے کہ قبہ و دستار اور جبہ و عامہ کے مالک بڑے بڑے جنادری قسم کے، عالمانہ وضع قطع رکھنے والے لوگ ظاہر میں جو نظر آتے ہیں، باطن میں اس سے یکسر مختلف ہوتے ہیں۔ ان کی درون خانہ اور برین خانہ زندگی غالب کے اس شعر کی عملی تفسیر اور عکاس ہوتی ہے۔

ہیں کو اکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

ایسے لوگوں کے اگر حقیقی جوہر دیکھنے ہوں تو ان کے حرم اور اہل خانہ سے دریافت کر کے ان کی اصلیت کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بیویاں اپنے شوہروں کے رازوں کی امانت دار ہوتی ہیں۔ وہ گھر کے احوال بیرونی آنکھ سے پوشیدہ رکھنے میں محدود مساوی ہوتی ہیں تاکہ خارجی زندگی میں ان کے شوہروں کا بھرم بنا ہے۔ یہ عام دنیا دار لوگوں یعنی ہاشما کا حال ہے لیکن قربان جانیسے آقائے کون د مکان سید المرسلین، فخر عرب و عجم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی داخلی اور خارجی زندگی پر کہ آپ کی ازدواجی مسطہرات جو درون خانہ گزارنے والی زندگی کی ہر ساعت کی محرم راز اور واقف حال

تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شب و روز کی خلوت کے احوال کو جس طرح دیکھتیں من وعن، بلا کم و کاست سب سے برملا بیان کر دیتی تھیں۔ یہ دنیاوی روش سے کتنی برعکس بات ہے کہ عام بیویاں تو شوہروں کی باتوں کو چھپاتی ہیں کہ کہیں کوئی راز ان کی رسوائی کا سبب نہ بن جائے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج سب باتیں کھول کھول کر آپ کے پیروکاروں اور نام لیاؤں پر ظاہر کرتی ہیں۔

حیاتِ طیبہ کا کوئی گوشہ حتمی علم سے مخفی نہیں

سرکارِ دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زندگی اپنی تمام تر جزئیات و تفصیلات کے ساتھ کتبِ تاریخ و سیر میں مبسوط انداز سے ریکارڈ کی جا چکی ہے۔ آپ کی حیاتِ طیبہ کا کوئی گوشہ اور پہلو ایسا نہیں جس کا تعلق خواہ گھر سے باہر جلوت کی زندگی سے ہو جیسے مجالس کا حال کاروبار و تجارت، لین دین، دوستوں اور قرابت داروں سے باہمی تعلقات اور عزرات وغیرہ یا آپ کی خانگی زندگی کے احوال سے جن میں ازواجِ مطہرات سے خلوت میں گفتگو، اور گھر میں پیش آنے والے سینکڑوں معاملات شامل ہیں جنہیں تفصیل سے قلم بند اور محفوظ نہ کر لیا گیا ہو۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوانحی حالات و واقعات کا پورا لفظی مرقع موجود ہے۔ دنیا کی تمام قابل ذکر زبانوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور سیرتِ مبارکہ پر کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں جن سے استفادہ کر کے ہر شخص خواہ اس کا تعلق دنیا کے کسی نحلے سے ہو سیر حاصل معلومات حاصل کر سکتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور شخصیتِ قہم کے جھول نقص، عیب اور خامی سے یکسر پاک ہے اور آپ کی جلوت و خلوت کی زندگی میں کسی تضاد اور دو رنگی کا کاشائے تک نہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات اور اہل خانہ سے کہہ رکھا تھا کہ جو کچھ مجھ میں دیکھو اسے من وعن دوسروں تک پہنچا دو۔ گویا ایک طرح کا

اذن عام تھا کہ کسی بات کو پردہ اٹھائیں نہ رکھا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

بأخواعنی ولو آیتة

مجھ سے سیکھ کر دوسروں تک پہنچا دو

نخواہ ایک آیت ہی ہو

یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سنتے لفظ بلفظ دوسروں تک پہنچا دیتے۔ اسی طرح ازواجِ مطہرات دن کے اجالے یا رات کی تاریکی میں جو کچھ سماعت فرماتیں یا مشاہدہ کرتیں اسے بلا کم و کاست بیان کر دیتیں۔ ان کا یہی معمول احادیث مبارکہ کے ایک وسیع ذخیرے کو جمع کرنے کی بنیاد بن گیا۔ اس ضمن میں تنہا ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دو سو بار ^{۲۱۰} دس روایات بیان فرمائی ہیں جن کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم اور خلوت کی زندگی سے ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جو روایات بیان کی ہیں جنہیں کتب احادیث میں دیکھا جاسکتا ہے، اس سے الگ ہیں۔ چنانچہ یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہے جس کا ورق ورق اول تا آخر چشمِ عالم پر آشکار ہے۔ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس قدر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچی، معاشرتی، عالمی، ازدواجی اور سیاسی زندگی پر لکھا گیا ہے دنیا کے کسی اور قائد اور راہنما کے بارے میں اتنا مواد اتنی تفصیل کے ساتھ ملتے نہیں۔

قطری زندگی سے ہم آہنگ توازن و اعتدال

سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی کے بارے میں ایک خصوصی قابلِ توجہ

ہکتے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوانحی حالات و واقعات شروع سے آخر تک پڑھیں آپ کو کسی جگہ افراط و تفریط اور عدم توازن کا کوئی پہلو نظر نہ آنے کا بلکہ ظاہر و باطن کے احوال میں کامل ہم آہنگی اور توافق (HARMONY) جھلکتا نظر آئے گا۔ اگر ایک طرف عبادت میں استغراق و انہماک، خشوع و خضوع، تضرع و زاری اور عشق الہی کی کمال درجہ مستی نظر آئے گی تو دوسری طرف مجلسی و عالی زندگی کے تقاضوں کی بجا آوری میں نظم و ضبط اور اہتمام قرینے کے ساتھ دکھائی دے گا اور کوئی گوشہ و پہلو ایسا نہ ہوگا جس کے بارے میں کہا جاسکے کہ اسے نظر انداز کیا گیا ہے۔ گویا حضور علیہ السلام کی پوری زندگی میں ہمہ گیریت اور میانہ روی، توازن و اعتدال، کارنگ بدرجہ اتم نمایاں تھا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

وقت ہیجا تیغ او آہن گداز
دیدہ او اشک بار اندر نماز

(جنگ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار سے لوہا بھی پگھل جاتا لیکن جب آپ حالت نماز میں ہوتے تو آپ کی چشمان مقدس آنسوؤں سے تر ہوتی ہیں)

ایک طرف خدا کی ذات سے راز و نیاز اور عرض و مناجات کا سلسلہ چلتا رہتا تو دوسری طرف انسانیت کو اصلاح احوال اور اخلاق حسنہ کی تعلیم بھی قرآن و حکمت کی روشنی میں دی جا رہی ہوتی۔

سیرت پاک کے مطالعے کے بعد اگر ہم اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں تو
ع بیہن تفاوت رہ از کجا تا کجا ست

کے مصداق ہمیں اپنی زندگی میں، الا ماشاء اللہ، بے اعتدالیوں، حقوق اللہ اور حقوق العباد سے بے توجہی، نجی، عالی، سماجی اور سیاسی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کی ایک طویل فہرست نظر آنے

گی ہم میں سے بعض اپنی مجلسی اور سیاسی زندگی کے ہنگاموں میں اس قدر کھو جاتے ہیں کہ اپنی گھریلو اور ازدواجی زندگی کے تقاضوں کو کھیر سہ پشت ڈال دیتے ہیں۔ غرض جس طرف بھی نگاہ دوڑیے زندگی میں توازن و اعتدال کا فقدان اور افراط و تفریط کی کارفرمائی نظر آتی ہے اور ہمارے معاملات کی کوئی کل سیدھی دکھائی نہیں دیتی بلکہ سر پہلو سے کھچی، نامواری اور عدم توازن کا احساس ابھرتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے بالاستیعاب مطالعے سے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ایک مربوط اور مکمل اکائی کا احساس دلاتی ہے اس لئے آپ کی حیاتِ طیبہ کو ابد الابد تک ہم انانوں کے لئے کامل نمونہ اور اسوہ حسنہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآنِ حکیم میں جو کچھ بیان فرمایا گیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اپنی پوری کلیت، اور جامعیت کے ساتھ اس کا ایک تابان علم معیار دیتا کرتی ہے جس پر پورا اتر کر ہی انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے اور وہ تقاضے پورے ہوتے ہیں جن کی بجائے آدمی اسلام کا مقصدِ وحید ہے۔

قرآنی فلسفہ ازدواج

قرآنِ حکیم نے مرد اور عورت کو ایک دوسرے کا زوج (جوڑا) قرار دیا ہے۔ ارشاد

ربانی ہے :

اور نیز اس کی نشانیوں میں سے ہے	وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ
کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے	مِنَ الْفَسِيحِكُمْ اُنْوَاجًا
جوڑے بنائے تاکہ تم ان سے سکون	لَتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ
پاؤ اور تمہارے درمیان (یعنی میاں	بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ط

۱۰

بیوی میں) محبت و ہمدردی پیدا کر دی

اس آیت کریمہ میں لَتَسْكُنُوا إِلَيْهَا کے الفاظ سے جو فلسفہ و حکمت بیان فرمایا گیا ہے اس کی رو سے مرد اور عورت کے رشتہ ازدواج میں منسک ہونے کا بڑا مقصد یہ ہے کہ ان دونوں کا وجود ایک دوسرے کے لئے سرشتیہ سکون و راحت و طمانیت ہو۔ گویا شادی کے پیچھے یہ مقصدیت کا فرما ہے کہ ایک معاشرے میں جہاں مسائل، پریشانیوں اور رنج و آلام کی بھرمار ہے میاں بیوی کا ازدواجی تعلق ایک دوسرے کے دکھوں کے مداوا اور سکون و آرام پر منتج ہو اور یہ دنیا ایک جنتِ ارضی کا نمونہ بن جائے۔ یہ مقصد بھی حاصل ہو سکتا ہے جب زن و شوہر کا باہمی تعلق محبت و مودت، اعتماد اور وفاداری بشرط استواری پر مبنی ہو۔ ایک دوسرے کی ذات میں سکون و طمانیت کی تلاش اسلام میں نہ صرف یہ کہ ضروری ہے بلکہ عین منشاءِ ازدواج ہے۔ نکاح ایک مقدس عہد نامہ ہے جس کی پابندی دونوں فریق کے لئے لازمی و لا بدی ہے۔

یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ رشتہ ازدواج تعلقِ باشر میں خارج نہیں ہونا چاہئے۔ خدا کی ذات کے ساتھ تعلقِ بندگی اور عشقِ الہی کا رشتہ کسی حالت میں کمزور نہیں پڑنا چاہیے۔ میاں بیوی کے درمیان محبت و مودت کا تعلق بہر حال رضائے الہی کے تابع ہونے سے ہی زندگی دائمی سکون و راحت کا گہوارہ بنتی ہے۔ رضائے الہی ہی وہ محور ہے جس پر ہماری زندگی کے تمام اعمال و افعال کا دار و مدار ہے اور اس سے صرف نظر کرنے سے بیوی بچوں کی محبت اور گھریلو احوال میں بچھپی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی بجا آوری میں کوتاہی کا موجب بنتی ہے۔ ان دونوں پہلوؤں کی ذمہ داریاں نبھانے اور حقوق اللہ کی بجا آوری سے ہی منشاءِ خداوندی کی تکمیل ہوتی ہے۔

احسان کا بدلہ احسان

تذکارِ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے روایات کے آئینہ میں

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اور فروغِ دعوتِ اسلام کے لئے جس ایثار کیشی اور بے نفسی کا ثبوت دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کا صلہ و جزا جو اللہ رب العزت کی طرف سے انہیں عطا ہوا وہ قرآنی ارشاد کی رو سے دنیوی اور اخروی زندگی میں انہی کا حصہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا:

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا
الْإِحْسَانُ ط لہ سو اکیا ہے ؟

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی ذاتِ ستوہ صفات سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر محبت و شفقت تھی کہ ان کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری شادی نہ کی اور پچیس سالہ ازدواجی زندگی وہ بلا شرکتِ غیرے حقِ رفاقت ادا کرتی رہیں۔

ابن ہشام نے کہا :

وكانت اول امرأة تزوجها	یہ وہ پہلی عورت تھیں جن سے حضور
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقد فرمایا۔
ولم يتزوج عليها غيرها	ان کی زندگی میں آپ نے کوئی دوسرا
حتى ماتت رضي الله عنها	عقد نہ کیا یہاں تک کہ وہ انتقال
لہ	کر گئیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے متعدد روایات کتب احادیث میں درج ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ مجھے اپنی زندگی میں حضرت خدیجہ سے زیادہ کسی اور خاتون کی قیمت پر رشک نہیں آیا حالانکہ میں نے انہیں کبھی نہ دیکھا تھا اور وہ میری شادی سے بہت پہلے وفات پا چکی تھیں۔ یہ روایت ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے کسی پر اتنا رشک نہیں کرتی جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر حالانکہ وہ میرے نکاح سے پہلے ہی وفات پا چکی تھیں لیکن میں آپ کو ان کا ذکر فرماتے ہوئے سنتی تھی۔	عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت: ما غرت علی امرأة للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما غرت علی خدیجۃ رضی اللہ عنہا ہلکت قبل ان یتزوجنی لما کنتُ اسمعہ ینا کرہا لہ
--	---

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حیاتِ ظاہری کے آخری ایام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا ذکر اس کثرت سے فرمایا کرتے کہ بارہا ایسا ہوتا کہ میں رشک آمیز جذبات کی شدت سے منغلوب ہو جاتی اور بعض اوقات تقاضائے طبعی سے مجبور ہو کر گلہ کرنے لگتی۔ بعد میں مجھے اس کا دکھ بھی ہوتا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماضی کی بیتی ہوئی یا دوں کا ذکر کر رہے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر اس کثرت سے درمیان میں آیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بے اختیار کہنے لگیں کہ کیا خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی عورت ہی نہیں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

قلت له كأنه لم تكن في
الدنيا امرأة إلا خديجة
(بعض اوقات) میں حضور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیتی کہ
دنیا میں خدیجہ کے سوا کوئی عورت

ہی نہیں !

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کہہ سکتی تھیں آقا کے نامدار
عدیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیوی ہونے کے ناطے انہیں اپنے قلبی محسوسات کے اظہار کا
حق تھا۔ ازدواجی زندگی کے یہ متنوع مظاہر بشریت کے تقاضوں کے عین مطابق ہیں اور
ان میں کوئی خلافت معمول انہونی بات نہیں کہ ان کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی،
عرفانی اور لائوتی زندگی سے نہیں بلکہ بشری لوازمات سے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں جواب دیا :

فبقول : آپ فرماتے :

انها كانت وكان لي منها

ولاء
۲
اولاد ہے

حضور عدیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ان احسانات کا تذکرہ فرمایا
کرتے تھے جو انہوں نے اعلان نبوت کے بعد آپ پر فروغ اسلام کے لئے کیے تھے۔
اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں بہت بڑا اجر عطا فرمایا۔

صحیح بخاری میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت اس

طرح ہے :

عن ابی ہریرہ ، قال : أتى
جبرائیل النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فقال : یا
رسول اللہ ! ہذہ خدیجۃ
قد اتت معہا اناء فیہ
ادام وطعام فاذا اتتک
فاقرأ علیہما السلام من
ربہا ومنی وبشرہا ببيت
فی الجنة من قصب لا
صخب فیہ ولا نصب
لہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ جبرائیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ!
یہ خدیجہ ایک بڑن لے کر آ رہی ہیں
جس میں سائیں اور کھانا ہے جب
وہ آپ کے پاس آئیں اس کے
رب اور میری طرف سے اس کو سلام
کہیں اور جنت میں ایک ایسے گھر کی
خوشخبری دیں جو کھوکھلے موتی سے ہے
اس میں نہ شور ہے نہ رنج ۔

اس حدیث سے مترشح ہے کہ اللہ رب العزت نے اس خدمت، محبت اور
ایثار و وفا کی جزا میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایک خاص محل عطا کیا جس
میں موتی جڑے ہوئے ہیں۔ گویا وہ محل موتی محل سے موسوم ہے جو اللہ تعالیٰ نے انعام
کے طور پر عطا کیا ۔

مخصوصاً حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے قلبی تعلق کا عالم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب کبھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کوئی
جانور ذبح فرماتے تو اس کا گوشت بڑے اہتمام کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

کی سہیلیوں کے گھر پہنچاتے

وكان رسول الله صلى الله عليه
وسلم اذا ذبح الشاة
فيقول: ارسلا بها الى
اصدقاء خديجة لـ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بکری ذبح
کرتے تو فرماتے اس کو خدیجہ رضی اللہ عنہا
کی سہیلیوں کی طرف بھیج دو

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ گھر میں کبھی گوشت پکا ہو اور
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تناول فرمانے سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ
عنہا کو یاد نہ فرمایا ہو اور وہ گوشت ان کی سہیلیوں کو نہ بھیجا ہو۔ ان کی وفات کے
سالہ اسال بعد جب قلبی دابتگی اور تعلق کا یہ عالم تھا تو ان کی زندگی میں محبت کا والہانہ
پن نہ جانے کس درجہ کا ہوگا !

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد کس درجہ سمائی
ہوئی تھی ! اس کا اندازہ ایک حدیث پاک سے دجاتا ہے۔

روایت میں یوں مذکور ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن ۵۰ سالہ بن
خویلد تھیں جن کی آواز حضرت خدیجہ سے کافی مشابہ تھی۔ وہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے مدینہ آئیں اور گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت
چاہی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان کی آواز سنتے ہی حضرت علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو بے اختیار حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد آگئی اور وہی زمانہ آنکھوں میں پھر
گیا جب وہ زندہ تھیں۔ ایک عجیب کیفیت آپ پر طاری ہو گئی۔ وہ اندر آئیں
تو انہیں دیکھ کر آپ بے ساختہ فرمانے لگے :

”اوه خدایا! یہ تو ہالہ ہے۔ (ایک لمحہ کیلئے میں یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ خدیجہ آگئی ہیں)“
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں :

عن عائشة رضي الله عنها قالت
استاذنت هالة بنت خويلد
أخت خديجة علي رسول
الله صلى الله عليه وسلم
فعرفت استئذان خديجة
فارتاع لذلك فقال:
”اللَّهُمَّ هَكَذَا“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ
رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنت خویلد
نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ
اسے حضرت خدیجہ کا اجازت طلب
کرنا سمجھ کر کانپ اٹھے اور فرمایا

”خدایا! یہ تو ہالہ ہے“

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد آخری وقت
تک محو نہ ہو سکی۔ اسے کوئی بشری کمزوری نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ یہ عین تقاضائے فطرت
ہے اور ارشاد قرآنی لَتَسْكُنُوا إِلَيْهَا کے عین مطابق منشاء خداندی
بھی ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے محبت و مودت، کارشتہ ان کی وفات کے بعد
بھی قائم رہا اور ان کی یاد آخر وقت تک نہاں خانہ دل میں موجود رہی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو شدت سے یاد فرما رہے تھے کہ میں نے کہا ”یا رسول اللہ!
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ اس سرخ رخساروں والی بڑھیا کو آج تک نہیں بھولے
حالانکہ اسے فوت ہوئے ایک زمانہ بیت چکا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے کہیں

بہتر بیوی (اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے) آپ کو عطا کی ہے۔“
 میاں بیوی کے درمیان یہ ناز و ادا اور لڑکی کی بات تھی جسے حضرت عائشہ ہی کہہ سکتی
 تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے کبیدہ خاطر اور رنجیدہ نہ ہونے۔ آپ نے حضرت
 عائشہ کو جو جواب مرحمت فرمایا اسے امام عسقلانیؒ، ابن حجر اور امام بخاریؒ سمیت
 متعدد ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

” اے عائشہ! اس دنیا میں خدیجہ کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔ میرے اعلان نبوت
 کے بعد جب تمام دنیا نے کفر و شرک میری رسالت کا انکار کر رہی تھی خدیجہ ہی وہ واحد ہستی
 تھی جو مجھ پر ایمان لائی، جب میرا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا اور تجارتی کاروبار نبوت و رسالت
 کی ذمہ داریوں کی وجہ سے ٹھپ ہو چکا تھا یہ خدیجہ ہی تھی جنہوں نے اپنے مال سے میری
 مدد کی اور فریضہ نبوت کی بجا آوری میں میری تائید و حمایت کی۔“ پھر فرمایا، ” یہ خدیجہ ہی
 تھیں جنہیں اللہ نے میری اولاد کے لئے منتخب فرمایا۔“

یہ اشارہ چار بیٹوں اور چار بیٹیوں پر مشتمل اولاد کی طرف تھا جن میں سوائے
 ایک بیٹے ابراہیمؑ کے باقی سب حضرت خدیجہ کے لطن سے متولد ہوئے تھے۔ بیٹا ابراہیمؑ
 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے تھا۔ باقی شہزادوں
 اور شہزادیوں کے نام بالترتیب قاسم، طاہر، طیب، زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ
 الزہراء (رضوان اللہ علیہم اجمعین) رکھے گئے۔ بعض ارباب تاریخ و سیر نے بیٹوں کے بارے
 میں اختلاف کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار نہیں تین بیٹے
 تھے۔ طیب اور طاہر دو کی بجائے ایک ہی صاحبزادے کا نام تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک اور روایت یوں بیان کرتی ہیں کہ ایک دن

ہمارے گھر ایک مہر سالخوردہ خاتون آمینہ جضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے اور دیر تک کمال التفات اور محبت و شفقت سے محو گفتگو رہے۔ آپ نے ان کی اور گھر والوں کی خیریت دریافت کی اور پوچھا کہ ہم جب مکہ سے ہجرت کر کے یمن چلے آئے تو آپ لوگ کن کن حالات سے گزرے اور کیا واقعات پیش آئے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی اپنائیت اور چاہت سے کرید کرید کر اس سے احوال پوچھتے رہے کہ مجھے اس بڑھیا پر رشک آنے لگا۔ جب وہ چلی گئی تو میں نے پوچھا "آنا! وہ بڑھیا کون تھی؟ تو آپ نے فرمایا "وہ خدیجہ کی ایک سہیلی تھی۔ جب ہم مکہ میں رہتے تھے تو وہ اکثر ہمارے گھر آیا کرتی تھی۔ خدیجہ اس سے بہت محبت کرتی تھیں۔"

سید زینب کا ہار — ایک رقت انگیز واقعہ

آخر میں ہم ایک واقعہ پر اپنے بیان کو ختم کرتے ہیں جسے ابن ہشام نے نقل کیا اور جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ذات سے کس قدر والہانہ لگاؤ تھا۔

واقعہ اس طرح سے ہے کہ غزیرہ میں جو قیدی مسلمانوں کے ہاتھ لگے ان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا خاوند ابوالعاص بھی شامل تھا۔ یاد رہے کہ اس وقت تک کافر و مشرک سے نکاح کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ ابوالعاص کو دوسرے اسیران بدر کے ہمراہ مدینہ لایا گیا۔ صحابہ کے مشورے سے اس بات پر اتفاق ہوا کہ ان قیدیوں کو جو فدیہ ادا کر سکیں

فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند کو فدیہ دینے کے لئے کہا گیا۔ اس نے اپنی بیوی کو جو اس وقت مکہ میں تھیں پیغام بھجوایا کہ میری رہائی کے لئے

پیسے بھجوا دیے جائیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی رقم نہیں تھی۔ انہوں نے وہ ہار جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے جہیز میں ملا تھا فدیہ کے طور پر مدینہ بھجوا دیا۔ جب وہ ہار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوا تو اسے دیکھ کر حضور علیہ السلام کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد آگئی اور بے اختیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمان مبارک سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ اس وقت آنکھیں منظر نے صحابہ کو بھی رُلا دیا اور وہ آبدیدہ ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

”اگر تم اس بات کی مجھے اجازت دو تو یہ ہار جو زینبؓ کی ماں کی نشانی ہے اسے واپس کر دیا جائے اور ابوالعاص کی رہائی کی دوسری صورت اختیار کی جائے یعنی دس بچوں کو خواندہ بنانے کے عوض اسے آزاد کر دیا جائے۔“
صحابہ کرامؓ عرض کرنے لگے۔

”آقا! یہ یادگار ہار لوٹا دیا جائے ہم اس کے عوض اپنا مال دینے کو تیار ہیں“
آج کے دور کی تعلیم یافتہ اور ترقی پسند خواتین کو ام المومنین حضرت خدیجہ بکبری رضی اللہ عنہا کی روشن اور فرخندہ سیرت سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ انہوں نے جس طرح متمول اور صاحب حیثیت ہوتے ہوئے اپنے سے کم مالی حیثیت رکھنے والے جوان کو محض تقویٰ، پارسائی اور دیگر اوصاف حمیدہ کی بنا پر شادی کیلئے منتخب فرمایا جبکہ وہ اس سے پہلے بڑے بڑے رؤسائے مکہ کی پیش کشوں کو ٹھکرا چکی تھیں اس میں طبقہ نسواں کے لیے ایک بڑی مثال ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پاک ہماری روشن خیال خواتین کے لیے مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔

کاش ہمارے مائیں بہنیں اور بیٹیاں اس سے روشنی اخذ کر کے اپنی زندگی کے خدو خال کو سنوار سکیں۔